خاندان کے سماجی حقوق شریعت اسلامی کے تناظر میں

Social Family Rights in the light of Islamic Sharia

*ڈاکٹر کریم داد

**ڈاکٹر محمد طاہر

Abstract

Family is the basic unit and an integral part of society that starts from the legitimated bond of marriage between a man and woman. Family implies an organized structure of mutual duties and rights. A successful social system can exist only if the balance of duties and rights is maintained. Ignoring so can pave the way to social conflicts that is why Islam gives primitive importance to family system and presents a code of conduct following which can ensure a successful social system. Islam has mentioned the duties and rights of every individual regardless of age and gender. In the Holy Quran, the family matters have been discussed in rather detail. The rights of parents, spouses, kids and other relatives have been explained with special reference. Similarly, the Holy Prophet (S.A.W) has given special consideration to marital life. He has regarded a person the most superior among all who keeps a mild relation with his spouse. Moreover, he gave example of a good family member as father for his children and a husband for his wives. In the books of Islamic jurisprudence, the family matters have been discussed under the title of personal affairs which meets the core objectives of human life. This detail shows that the family has a symbolic role in the building of a developed society. This article shall cover all the aspects of social system and the determination of rights therein in Islamic perspective.

Key Words: Family Rights, Social Rights, Society, Children's Rights

…………………………………………………………………………….

*اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

**اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ہر قوم وملت میں معاشرہ، خاندان وافراد کے حقوق مقرر ومسلم ہوتے ہیں، کیونکہ حقوق کا رعایت ولحاظ کرتے ہوئے ایک بہتر معاشرے کا وجود ہی ممکن ہے۔ معاشرے کی ابتدا کنبے سے ہوتی ہے، اس لئے خاندان کے حقوق کا تعارف ورعایت ایک مہذب معاشرے کا جزلاینفک ہے۔ اسی اہمیت کی بناپر شریعت اسلامی نے خاندان کے حقوق کی وضاحت کچھ تفصیل سے کی ہے، جس کا جائزہ اس مضمون میں لیا گیاہے۔ جس میں سب سے پہلے کنبہ (خاندان) کا تعارف پیش کیا گیا ہے، پھر اس کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں، اس کے بعد خاندان کے افراد کی باہمی حقوق پر روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں خلاصہ بحث پیش کیا گیاہے۔

کنبہ (خاندان) کا تعارف

کنبے کو عربی میں أسرۃ کہا جاتا ہے۔ ابن منظور کے بقول: **الأسرة عشيرة الرجل وأهل بيته**[1]

"آدمی کا کنبہ اس کی بیوی اور واہل وعیال پر مشتمل ہوتا ہے"۔

ماہرین سماجیات کے نزدیک وہ چھوٹی سی جماعت جو عام طور پر والدین اور ایک یا زیادہ بچوں سے بنی ہوئی ہو، جن کی باہمی محبت ہو اور ایک دوسرے سے حق مسؤلیت رکھتے ہوں اور جس میں بڑے چھوٹوں کی تربیت کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہوں تاکہ آگے جاکر یہ بچے معاشرے کے اچھے افراد ثابت ہوں، کنبہ یا خاندان کہلاتا ہے۔[2]

کنبے کی خصوصیات

کنبے کی کچھ اہم خصوصیات درج ذیل ہیں

ا۔ یہ معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ معاشرہ افراد ہی سے وجود میں آتا ہے اور معاشرے میں کوئی بھی فرد اکیلے اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتا، بلکہ وہ ہر حال اور مکان میں دوسرے افراد کے تعاون کا محتاج رہتا ہے۔

ب۔ **اُسرۃ** یعنی کنبے کے بنیادی اہداف میں سے کچھ یہ ہیں کہ لوگ اپنی مادی ضروریات پوری کرنے، بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے اور اولاد کی بہترین تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ تمام کام ایک فرد نہیں کر سکتا اس وجہ سے کنبے کی صورت میں رہ کر کنبے کے افراد مشترکہ طور پر یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ تو جب کنبے میں رہ کر بچے کی مشترکہ طور پر تربیت کی جاتی ہے تو وہ لازماً معاشرے کا ایک بہتر فرد بن کر ابھرے گا۔

(ج) ماں، باپ اور بچوں کا ایک ساتھ رہنے سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اِن افراد میں ہر ایک فرد اپنی حیثیت کے مطابق مسئول رہتا ہے۔

اسلام میں زندگی کے ہر موڑ پر کنبے کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، جو قرآن کریم کے درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگوں اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا، پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو، اور قطع رحمی سے بچو کچھ شک نہیں ہے کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے"[3]

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے سب سے خبر دار ہے"[4]

اسی طرح مرد وعورت کے باہمی شادی کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف مائل ہو اور آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے اِن باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں"[5]

اسی طرح قرآن کریم نے نکاح کے قواعد وضوابط بھی بیان کئے ہیں کہ نکاح کن کن سے ہو سکتا ہے، یعنی نکاح کرنے والے دونوں مسلمان ہونے چاہیئے، ارشاد ربانی ہے:

"اور مؤمنوں؛ مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا، کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ اور اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو ان کی زوجیت میں نہ دینا، کیونکہ مشرک مرد سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے مومن غلام بہتر ہے۔ یہ مشرک، لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنا حکم لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ نصیحت حاصل کریں"[6]

اسی طرح احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کنبے (اُسرۃ) کی اھمیت اور خصوصیت بیان کی گئی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1۔ نکاح کی ترغیب / کنبے کی بنیاد رکھنا

اس بارے میں نوجوانوں کی کافی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ وہ نکاح (شادی) کر کے کنبے کی بنیاد رکھیں، کیونکہ نکاح ہی وہ واحد طریقہ ہے جس کی بدولت کنبہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

صحیحین کی روایت ہے راوی کہتا ہے کہ

"میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[7] کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے ہم سے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نوجوان تھے اور ہمیں کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جسے بھی نکاح کرنے کے لیے مالی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی غربت کی وجہ سے نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا"[8]

2۔ نکاح کی بنیاد دین پر رکھنا

معاشرے میں اپنے حقوق و فرائض پائیداری سے ادا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ معاشرے کی بنیادی اکائی فرد / کنبہ کی بنیاد مضبوط ہو۔ قرآن کریم نے اس باب میں شریک حیات کے انتخاب کے لئے دین کو بنیاد بنایا ہے۔ کہ دوسرے اساسی اصولوں کے ساتھ اس بات کا بھی اہتمام ہو کہ شوہر و بیوی دونوں مسلمان ہو، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں؛

" وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ" [9]

احادیث مبارکہ میں بھی نکاح کے بنیادی اصولوں میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین کی روایت ہے:

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ[10] نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی، یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہو گی"[11]

اسلام نے شریک حیات کے انتخاب میں دین کا جو معیار مقرر کیا ہے اس میں بہت سارے دوسرے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارتے ہوئے بیوی اپنے شوہر کے حکم ماننے، اُس کے

مال اور عزت کی حفاظت کرنے اوراسلام نے جو فرائض بیوی پر لازم کئے ہیں،اُن حقوق کی ادائیگی غرض یہ کہ مطمئن زندگی گزارنے کے تمام امور کی بجا آوری کرے گی۔ شوہر بھی قرآنی اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے بیوی کے تمام حقوق ادا کرے گا۔تب جاکر کنبے کے افراد اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی کر کے معاشرے میں پُرامن اور خوشحال زندگی گزار سکیں گے۔

امام نسائی رحمہ اللہ[12] کی روایت ہے

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: عورتوں میں اچھی عورت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا" :وہ عورت جب اس کا شوہر اسے دیکھے تو وہ اُس کو خوش کر دے، جب اُس کو کسی کام کا حکم دے تو خوش اسلوبی سے بجا لائے اوراپنی ذات اور مال کے سلسلے میں شوہر کی ناپسندیدہ باتوں میں مخالفت نہ کرے"[13]

نکاح کے بعد شوہر کو اس بات کا پابند بنا دیا گیا ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے گا اس پر کبھی بھی ظلم نہیں کرے گا۔

3۔ نکاح کا مقصد

فطری طور پر مرد عورت کا محتاج ہوتا ہے اور عورت مرد کی محتاج ہوتی ہے، لیکن حالات اور معاشروں کے اختلاف کی وجہ سے مرد وعورت کی احتیاج میں فرق ہوتا ہے۔بعض مرد ایسے ہوتے ہیں جو عورت کو صرف اپنی جذباتی تسکین کی نظر سے دیکھتے ہیں جب کہ بعض مرد ایسے بھی ہوتے ہیں جو عورت کو صرف کثرتِ اولاد کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

4۔ کنبے اور خاندان کے تمام افراد کے حقوق اور فرائض

اسلام نے کنبے کے افراد کے بارے میں ہر فرد کو اس کی حیثیت کے مطابق ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔شوہر اپنی بیوی،بیوی اپنے شوہر،والدین اپنے بچوں اور بچے اپنے والدین کے بارے میں مسؤل ہیں۔حدیث میں آتا ہے: "تم میں سے ہر فرد ایک طرح کا حاکم ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔پس بادشاہ حاکم ہی ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ ہر انسان اپنے گھر کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔خادم اپنے آقا کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔انہوں

نے بیان کیا کہ یہ سب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے والد کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا"[14]

اس کے بعد اسلام نے تفصیلی طور پر یہ حقوق و فرائض بیان کئے ہے۔ شوہر کے ذمے کھانا پینا، گھر کی فراہمی اور کپڑا دینا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا

"اے اللہ کے رسول! ہمارے اوپر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ولا تقبح" کا مطلب یہ ہے کہ اسے "قَبَّحَكِ اللَّهُ" نہ کہو"[15]

بلکہ بیوی کو تو یہ بھی اجازت ہے کہ جب شوہر مقررہ خرچ میں کمی کرتا ہے تو یہ اپنی ضرورت کے تحت شوہر کا مال اُس کی اجازت کے بغیر بھی استعمال کر سکتی ہے۔ صحیحین میں حدیث ہے۔

"ام المؤمنین سیدہ عائشہ[16] رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ[17] کی والدہ ہندہ رضی اللہ عنہا[18] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابو سفیان[19] بخیل آدمی ہے۔ تو کیا اگر میں ان کے مال سے چھپا کر کچھ لے لیا کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے لیے اور اپنے بیٹوں کے لیے نیک نیتی کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم سب کے لیے کافی ہو جایا کرے"[20]

شریعت نے بیوی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے اور اس کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کو شوہر کے ذمے لگایا ہے، جیسا کہ روایت میں آتا ہے

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان[21] اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما[22] کے درمیان ہجرت کے بعد مؤاخاۃ کا رشتہ قائم کیا تھا۔ ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ، ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو ان کی بیوی (ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو بہت پراگندہ حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ہیں جن کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔ پھر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کر کے کھانے کے لیے کہا تو انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت

تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہیں ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھے اور اس مرتبہ بھی سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہئے، پھر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا"[23]

شوہر کا بیوی کو مارنے اور گالی دینے سے بھی ممانعت آئی ہے۔ جیسا کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

" يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ « أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ - أَوِ اكْتَسَبْتَ - وَلاَ تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلاَ تُقَبِّحْ وَلاَ تَهْجُرْ إِلاَّ فِى الْبَيْتِ ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ « وَلاَ تُقَبِّحْ ». أَنْ تَقُولَ قَبَّحَكِ اللَّهُ "[24]

اس حدیث سے تو بعض فقہاء نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بیوی کو کسی بھی حالت میں مارنے کی اجازت نہیں خواہ وہ نافرمان ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ عظیم آبادیؒ لکھتے ہیں۔وظاهر الحديث النهى عن الضرب مطلقا وان حصل نشوز،وبه اخذ الشافعية[25]۔ حدیث کے ظاہر سے مطلقا مارنے سے منع معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ نافرمان ہو، اور یہی شوافع کا مسلک ہے۔ قلتُ: حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے پر نہیں مارنا چاہیے ہاں نافرمانی یا بدکاری وغیرہ کے ارتکاب کی صورت میں چہرے کے علاوہ مار سکتے ہو[26]۔

اسی طرح عائشۃ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه و سلم خيركم خيركم لأهله و أنا خيركم لأهلي وإذا مات صاحبكم فدعوه"[27]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں اور جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے خیر باد کہہ دو، یعنی اس کی برائیوں کو یاد نہ کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمادیا کہ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتا ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال سے بہترین حسن معاشرت رکھتے تھے۔

حدیث کو دیکھتے ہوئے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حسن معاشرت صرف زندگی کی حد تک محدود نہیں بلکہ موت کے بعد بھی اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا **"وإذا مات صاحبكم"**، یعنی موت کے بعد اُس کی برائیوں کا ذکر نہ کیا کرو کیونکہ یہ بھی حسن اخلاق میں آتا ہے۔

شوہر کے حقوق

خاندان کو خوش وخرم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہیں کہ اس میں شامل تمام افراد اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاتے ہوں۔ خواہ وہ شوہر ہو یا بیوی، اسی طرح والدین ہوں یا بچے۔ اس لحاظ سے شوہر کے حقوق یا بیوی کی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں۔

(الف) شوہر کی اطاعت

زندگی کے اکثر مراحل میں انسان کو کسی نہ کسی قیادت کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ قیادت ہی اپنے ماتحتوں کے ساتھ مل کر ضروریات زندگی پوری کرنے کے بارے میں ایک متوازن لائحہ عمل طے کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وصف میاں بیوی میں شوہر کو زیادہ حاصل ہے، کیونکہ عقل، جسم اور قویٰ کے اعتبار سے شوہر کو فوقیت حاصل ہے۔ لہٰذا جن امور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، بیوی کو شوہر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا"[28]

(ب) شوہر کی خدمت، امورِ خانہ داری کا اہتمام اور اولاد کی تربیت:

پہلے ذکر کیا گیا کہ بیوی کا نان نفقہ شوہر کے ذمے ہے، اسی طرح اسلام نے بیوی کی ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل کیا ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ امور خانہ داری میں تعاون کرے گی۔ جس میں کھانا تیار کرنا، صفائی وغیرہ کا خیال کرنا اور اولاد کی تربیت شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؛

"وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ ، وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[29]

(ج) شوہر کی جنسی تسکین کو پورا کرنا

جب کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے اس تسکین کا سامان پورا کرنا چاہیئے، تا کہ کہیں شوہر کسی حرام اور ناجائز راستے پر نہ چلے۔ اس بارے میں صاف حکم ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا، لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا اور مرد اس پر غصہ ہو کر سو گیا، تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں"[30]

اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے وہ بھی چونکہ کنبے کے افراد ہوتے ہیں، لہذا ان پر بھی کچھ فرائض عائد کئے جاتے ہیں۔ اسلام نے والدین کے حقوق اور بچوں کے فرائض بھی وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ بچوں کی چند اہم ذمہ داریاں (والدین کے حقوق) درج ذیل ہیں۔

(الف) نفقہ

ضعیف اور کام کاج نہ کر سکنے والے والدین کا اپنی اولاد پر یہ حق ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اُن کے کھانے پینے، علاج معالجے اور دیگر بنیادی ضروریات کا خیال رکھیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما[31] سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس مال ہے اور والد بھی ہے، اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : تم اور تمہارا مال تمہارے والد ہی کا ہے، یعنی ان کی خبر گیری تجھ پر لازم ہے۔ تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے تو تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ"[32]

اس سے معلوم ہوا کہ والدین کا نفقہ اولاد پر لازم ہے۔ یہ نہ تو کوئی احسان ہوتا ہے اور نہ ہی صدقہ۔

(ب) والدین سے نیکی کرنا اور حسنِ معاشرت رکھنا

دنیا میں نیکی اور حُسن معاشرت کا سب سے زیادہ حق دار والدین ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا اور والدین کے ساتھ نیک معاملہ کرنا، پھر اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔[33]

(ج) والدین کو خوشی فراہم کرنا

اگر کسی بات پر والدین ناراض ہو جائیں، تو چھین وآرام سے نہیں بیٹھنا چاہئیے۔ چنانچہ والدین کی ناراضگی کی صورت میں ہجرت جیسے اہم کام کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ جیسا کہ سنن ابو داؤد کی روایت ہے:

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ سے ہجرت پر بیعت کروں، اور میں نے اپنے ماں باپ کو روتے چھوڑا ہے، آپ نے فرمایا" :تم ان کے پاس واپس جاؤ اور انہیں جس طرح تم نے رلایا ہے اسی طرح ہنساؤ"[34]

الغرض ان تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کنبے کی بقاء کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کی ہیں جس میں ہر فرد کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فرائض سر انجام دینے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ اُس وقت تک ایک خوشحال اور مہذب معاشرہ نہیں بن سکتا جب تک اس میں مذکورہ اصولوں کی روشنی میں باہمی تعاون، امن وامان اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کا اہتمام نہ ہو۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ درج ذیل سطور میں پیش خدمت ہے:

۱: کنبہ اور خاندان کی تعریف ماہرین سماجیات کے نزدیک یہ ہے کہ وہ چھوٹی سی جماعت جو عام طور پر ماں، باپ اور ایک یا زیادہ بچوں سے بنی ہوئی ہو۔ جن کی باہمی محبت ہو اور ایک دوسرے سے حق مسؤلیت رکھتے ہوں، اور جس میں بڑے چھوٹوں کی تربیت کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہوں تاکہ آگے جا کر یہ بچے معاشرے کے اچھے فرد ثابت ہوں اس کو کنبہ اور خاندان کہا جاتا ہے۔

۲: کنبے کے بنیادی اہداف میں سے ایک ہدف یہ ہے کہ وہ اپنی مادی ضروریات پوری کرنے، بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے اور اولاد کی بہترین تربیت کرنا چاہتے ہیں۔

۳: ماں، باپ اور بچوں کا ایک ساتھ رہنے سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ اِن افراد میں ہر ایک فرد اپنی حیثیت کے مطابق مسئول رہتا ہے۔

۴: معاشرے میں اپنے فرائض پائیداری سے ادا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ معاشرے کی بنیادی اکائی فرد ہو۔ قرآن کریم نے اس باب میں شریک حیات کے انتخاب کے لئے دین کو بنیاد بنایا ہے۔

۵:اسلام نے کنبے کے افراد کے بارے میں ہر فرد کو اس کی حیثیت کے مطابق ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔شوہر اپنی بیوی،بیوی اپنے شوہر،والدین اپنے بچوں اور بچے اپنے والدین کے بارے میں مسؤل ہیں۔

٦: حسن معاشرت صرف زندگی کی حد تک محدود نہیں، بلکہ موت کے بعد بھی اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔

۷:والدین سے نیکی کرنا اور حسنِ معاشرت رکھنا: دنیا میں نیکی اور حُسن معاشرت کا سب سے زیادہ حق دار والدین ہوتے ہیں۔

۸: کوئی بھی معاشرہ اُس وقت تک ایک خوشحال اور مہذب معاشرہ نہیں بن سکتا جب تک اس میں مذکورہ اصولوں کی روشنی میں باہمی تعاون،امن وامان اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کا اہتمام نہ ہو۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔الافریقی،ابن منظور،محمد بن مکرم،لسان العرب4 :19،دارالفکر،بیروت طبع سوم،2010ء

[2] ۔محمد حسن توفیق الدیب،الاجتماعیۃ مع الاسرۃ والطفولۃ،الکتاب الاول:28،دارالکتب العلمیہ،بیروت(س۔ن)

[3] ۔سورۃالنساء4:1

[4] ۔سورۃالحجرات49:13

[5] ۔سورۃالروم30:21

[6] ۔سورۃالبقرۃ2:221

[7] ۔سیدناعبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الھذلی، أبو عبد الرحمن، رضی اللہ عنہ۔اکابر سابقون الاولون فقہاء صحابہ میں سے تھے۔سفر وحضر اور غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے خادم اور رازداں ہونے کے وجہ سے آپ ﷺ کے انتہائی قریب تھے۔ اِن کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے آپ ﷺ کے وفات کے بعد کوفہ کے بیت المال کے نگران تھے۔ ۔خلافت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں 60سال کے عمر میں 34ھ کو فوت ہوئے۔(ابن عبدلبر،ابوعمریوسف بن عبداللہ،الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب3 :987 ،ترجمہ(1658)دارالجیل،بیروت، 1412ھ/ 1992ء۔۔۔ابن حجر العسقلانی،ابوالفضل احمد بن علی،الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ4: 198،ترجمہ(4970)دارالکتب العلمیہ،بیروت،1415ھ)

[8] ۔امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل صحیح بخاری،کتاب النکاح،باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، حدیث(5066)دار طوق النجاۃ،1422ھ۔۔۔امام مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ ووجد مؤنتہ، حدیث(3464)، دار الجیل بیروت، دار الآفاق الجدیدۃ۔بیروت(س۔ن)

[9]۔سورۃ البقرۃ2:221

[10]۔آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ آپ کا نام کفر میں عبد الشمس اور اسلام میں عبد الرحمن ابن صخر دوسی ہے، کسی نے عمر بن عامر، کسی نے عبد اللہ بن عامر بھی لکھا خیبر کے سال اسلام لائے، چار سال سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ سایہ کی طرح رہے، آپ کو بلی بڑی پیاری تھی، حتی کہ ایک بار اپنی آستین میں بلی لیے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ابوہریرہ یعنی بلیوں والے ہو، تب آپ اس کنیت سے مشہور ہوگئے، مدینہ منورہ میں 35ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے ۸۷ سال عمر ہوئی۔ آپ سے چار ہزار تین سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ (ابن جوزی، جمال الدین ابی الفرج، تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر:364، شرکۃ دارالارقم بن ابی الارقم، بیروت، 1997ء۔۔۔الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد، الاعلام3: 308، دار العلم للملایین، مئی 2002ء)

[11]۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، کتاب بدء الوحی، باب الاکفاء فی الدین، حدیث(5090)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح ذات الدین(3708)

[12] ۔ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علیؒ النسائی، حافظ حدیث ہیں۔ 215ھ کو خراسان کے نساء نامی گاوں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے امام قتیبہ بن سعیدؒ البلخی سے فیض حاصل کیا۔ تلامذہ میں علی بن جعفر الطحاویؒ، ابن السنیؒ اور محمد بن قاسم الاندلسیؒ مشہور ہیں۔ السنن الکبریٰ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ نے 333ھ / 915ء کو رملہ میں وفات پائی۔(الذہبی، شمس الدین عثمان بن قائماز، سیر اعلام النبلاء27: 132، ترجمہ(67) دار الحدیث، قاہرہ، 1427ھ / 2006ء)

[13]۔امام نسائی، ابوعبد الرحمان ، سلیمان بن اشعث، سنن النسائی، کتاب النکاح، باب ای النساء خیر، حدیث(3231)مکتب مطبوعات الاسلامیہ، حلب، 1406ھ / 1986ء

[14]۔ صحیح بخاری، کتاب ، باب العبد راع فی مال سیدہ ولایعل الا باذنہ، حدیث(2409)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علیہ، حدیث(4828)

[15]۔امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المراۃ علی زوجہا، حدیث(2144)المکتبۃ العصریہ، صیدا، بیروت(س۔ن)

[16]۔ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر القرشیہؓ ہیں۔ مکہ معظمہ میں 9سال قبل ہجری 613ء کو پیدا ہوئی۔ فقیہ، عالمہ اور فاضلہ صحابیہ ہیں۔ اکابر صحابہ آپؓ سے میراث کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔2 ہجری کو رسو اللہ ﷺ سے ان کی شادی ہوگئی۔ آپؓ سے

2210 احادیث کی روایت کی گئی ہیں۔ آپ 57ھ /676ء کو وفات پائی۔(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 4: 108۔۔۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ 8: 16، ترجمہ (1145))

[17]۔ معاویہ بن (ابو سفیان) صخرؓ بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس القرشی الاموی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ 603ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں شام کے والی مقرر ہوئے۔ شام میں اموی دور حکومت کا بنیاد آپ نے رکھا۔ آپ نے پہلا بحری جہاز ایجاد کیا۔ آپ نے دمشق میں 60ھ /680ء میں وفات پائی۔(ابن الاثیر الجزری، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 5: 220، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ / 1994ء۔۔۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ 6: 151)

[18]۔ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف، اُم معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ آپ ان عورتوں میں سے ایک ہے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بیعت کی۔ آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام لایا اور یرموک کی جنگ میں شہادت پائی۔(ابن سعد البصری، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، الطبقات الکبری 8: 235 مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، 1408ھ)

[19]۔ ابو سفیان صخرؓ بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف القرشی صحابی ہیں۔ ابن ماجہ کے علاوہ صحاح کے راوی ہیں۔ جاہلیت میں مشرکین کے سردار تھے۔ جنگ احد اور خندق میں مشرکین آپ کی سربراہی میں لڑے۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔ تلامذہ میں عبد اللہ بن عباسؓ، معاویہ بن ابو سفیانؓ اور قیس بن ابی حازمؒ شامل ہیں۔ 31ھ /652ء میں وفات پائی۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ 5: 21۔۔۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 1: 215۔۔۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ 7: 181)

[20]۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوعِ وَالإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ، حدیث (2211)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب قضیۃ ہند، حدیث (4574)

[21]۔ سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہے۔ اپنے آپ کو "سلمان الاسلام" کہا کرتے تھے۔ اصل میں ایرانی مجوسی تھے۔ بہت زیادہ عمر پائی۔ جہانِ دیدہ شخصیت تھی۔ اہل فارس، یہود اور عرب کے قصائد پڑھ چکے تھے۔ وطن سے آرہے تھے کہ راستے میں بنی کلب نے اُنہیں غلام بنایا۔ بنو قریظہ کے ایک شخص نے خرید کر مدینہ منورہ لائے۔ قباء میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ مسلمانوں نے اُنہیں خرید کر آزاد کرالیا۔ صاحب الرائے اور قوی جسم کے مالک تھے۔ "خندق" اُنہی کے مشورے پر کھودا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اُنہیں اپنے خاندان کا ایک فرد مانتے تھے، اُن سے 60 احادیث مروی ہیں۔ مدائن کے والی رہے اور وہیں پر 36ھ کو وفات پائے۔(الطبقات الکبری 4: 53-67)

[22]۔ عویمر بن شید بن قیس، انصاری، ابو الدرداء، رضی اللہ عنہ۔ اُن کے نام عویمر یا عامر ہے اور اُن کے والد کے نام مالک یا عویمر یا عبد اللہ اور یا ثعلبہ ہے۔ بدر کے دن ایمان لائے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بڑے عالم فاضل تھے۔ دمشق کے قاضی رہے۔ آپ اُن چند صحابہ میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حیات مبارک میں قرآن کو جمع کیا تھا۔ عہد عثمانی رضی اللہ ونہ میں

دمشق کے قاضی رہے۔اُن سے 199 احادیث مروی ہیں۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے تین سال پہلے 23ھ یا33ھ کو وفات پائے۔(سیر اعلام النبلاء2: 335-337)

[23]۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع، حدیث(1968)

[24]۔ سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المراۃ علی زوجھا، حدیث(2144)

[25]۔لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نافرمان بیوی کو مارنے کے قائل ہے۔(امام شافعی، محمد بن ادریس، الام6: 136، دارالمعرفۃ، بیروت، 1393ء)

[26]۔ عظیم آبادی، محمد شمس الحق، عون المعبود شرح ابوداؤد6: 182، دارالنشر، المکتبۃ السلفیۃ، المدینۃ المنورۃ، 1388ھ

[27]۔امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث(3895) دار احیات التراث العربی، بیروت

[28]۔ سورۃ النساء4:34

[29]۔ صحیح بخاری، کتاب، باب العبد راع فی مال سیدہ ولا یعل الا باذنہ، حدیث(2409)

[30]۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملئکۃ فی السماء فوافقت احداھما الاخری غفر لہ ماتقدم من ذنبہ، حدیث(3237)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، حدیث(3616)

[31]۔ آپ ابو محمد عبد اللہ بن عمرو بن العاص القرشیؓ ہیں۔ صحابی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ نبی کریم ﷺ، عمر بن الخطابؓ اور معاذ بن جبلؓ آپ کے شیوخ جبکہ انس بن مالکؓ، ابراہیم بن محمدؒ اور اسعد بن سہلؒ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔67ھ /686ء کو وفات پائی۔(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ5: 462۔۔۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب1: 292)

[32]۔ سنن ابو داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ، حدیث(3532)

[33] ۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ عملا، وقال لاصلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب، حدیث(7534)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، حدیث(266)

[34]۔ سنن اَبو داود، کتاب الجھاد، باب فی الرجل یغزو وابواہ کارھان، حدیث(2530)